سیرت النبی ﷺ اور انسانی حقوق

TRADITION OF THE HOLY PROPHET AND HUMAN RIGHTS

Dr. Syed Muzaffar Rizvi

***Abstract**.*

There are hundreds of sayings and practical examples regarding human rights in the Sirah (tradition) of the Holy Prophet. It reveals how the Prophet was concerned about human rights; whether during war or peace. In this article, the guiding principles of safeguarding human rights have been highlighted in the light of his practical conduct and sayings especially that of his sermon delivered in his last pilgrimage (*khutba hijja al-wida'*). The sermon of *hijja al-wida'* is so significant that even some non-Muslims seem to be acknowledging and appreciating it. To shed the light on the significance of the sermon, we have first mention those books which contain it. In the second step, the books of Sirah have been utilized. In the third place, historical books have been taken into account. Finally, a conclusion has been presented to recapitulate important points.

Key Words: Tradition, Prophet, Human, Rights.

خلاصہ

پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات طیبہ میں انسانی حقوق سے متعلق سینکڑوں ارشادات اور عملی نمونے موجود ہیں۔ آپ کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات پوری طرح اجاگر ہوتی ہے کہ آپ نے جنگ اور صلح، تمام حالتوں میں انسانی حقوق کا خاص خیال رکھا۔اس مقالہ میں آپ ﷺ کی عملی سیرت اور فرامین، بالخصوص خطبہ حجۃالوداع کی روشنی میں انسانی حقوق کی پاسداری کے رہنما اصول اجاگر کیے گئے ہیں۔ حجۃالوداع کا خطبہ اتنا اہم ہے کہ بعض غیر مسلم مفکرین بھی اس کی اہمیت کے معترف نظر آتے ہیں۔ ہم اس مقالہ میں خطبہ حجۃالوداع کو نتیجہ خیز ثابت کرنے کی غرض سے پہلے قدم پر اُن کتب احادیث کا تذکرہ کریں گے جن میں خطبہ حجۃالوداع کا تذکرہ بیان ہوا ہے۔ دوسرے مرحلہ میں کتبِ سیرت سے استفادہ کیا گیا ہے اور تیسرے مرحلہ پر کتبِ تاریخ کا حوالہ دیا گیا ہے۔آخر پر خلاصہ کی صورت میں بحث کو خاتمے کی طرف لے جایا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: سیرت، النبی ﷺ، انسانی، حقوق۔

سیرت النبی ﷺ کی منزلت

دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد لیگ آف نیشنز اور اقوام متحدہ کا قیام اقوام عالم کی اس آرزو کی طرف پیش رفت تھا جو عالمی سطح پر انسانی حقوق کی حفاظت اور پائیدار امن کے قیام سے عبارت ہے۔ لیکن تا بحال سامنے آنے والے حالات اس امر کے گواہ ہیں کہ یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا اور آج بھی کمزور اور پسماندہ افراد و اقوام طاقتور اور جابر افراد، اقوام اور نظاموں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ایسے میں مسلمان مفکرین کا دعویٰ ہے کہ انسانیت کے لئے مقامی اور بین الاقوامی سطح پر بقائے باہمی اور قیام امن کا حامل نظام صرف تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ہی تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ ذیل کی مباحث کا مطالعہ، یہ ثابت کرتا ہے کہ سیرت النبی ﷺ میں تمام تر انسانی مسائل کا حل موجود ہے۔ اس دعویٰ کے پس پردہ وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے انسانیت کی عظمت، احترام اور حقوق پر مبنی نہایت واضح اور ابدی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں حقوقِ انسان کے متعلق وہ دائمی تصور حقوق وفرائض بھی فراہم کر دیئے ہیں جو انسانی معاشرے کے لئے ایک دستاویزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں بطور مثال خطبہ حجۃ الوداع پیش کیا جاتا ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ خطبہ تاریخ میں انسانی حقوق کی سب سے جامع اور مفصل دستاویز ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: إنّ الزمان قد استدار کھیئته یوم خلق الله السماوات والأرض[1] یعنی: "اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو جس حالت پر پیدا کیا تھا، زمانہ اپنے حالات وواقعات کا دائرہ مکمل کرنے کے بعد پھر اس مقام پر دوبارہ آگیا ہے۔" گویا زبانِ نبوت اس امر کا اعلان فرما رہی تھی کہ نظام عالم کے ایک دور کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آج سے دوسرے دور کا آغاز ہو رہا ہے اور میں دنیائے انسانیت کو نظامِ عالم کے نئے دور کے آغاز پر "خطبہ حجۃ الوداع" کے ذریعے بالخصوص اور اپنی تعلیمات و ہدایات کے ذریعے بالعموم نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں۔

مؤرخین کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ، بمطابق ۶ مارچ ۶۳۲ء کو دیا جو آپ ﷺ کے انتقال سے کچھ مہینے قبل مناسک حج کے دوران انجام پایا جو عالم انسانیت کے لئے انسانی حقوق کا پہلا باقاعدہ چارٹر اور اقوام عالم کے لئے نیا عالمی نظام تھا۔ خطبہ کی وثاقت اور اہمیت کو مسلمان مفکرین تسلیم تو کرتے ہی ہیں تاہم بعض غیر مسلم مفکرین بھی اس کی اہمیت کے معترف نظر آتے ہیں۔ معروف برطانوی مؤرخ لارڈ ایکٹن (Lord Acton) خطبہ حجۃ الوداع کے بارے میں کہتے ہیں: "آسمان نے روز و شب کی ہزار کروٹیں بدلیں لیکن احترام انسانیت اور حقوق انسانی کے لیے اس سے زیادہ پُر درد اور پُر خلوص آواز نہیں سنی۔"[2] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے: (پیغمبر اسلام کی طرف سے) عورتوں کو ان کے حقوق خاص کر وراثت میں حصہ دلانا اور دختر کشی کا خاتمہ آپ کی عظیم اصلاحات ہیں۔[3]

سیرت النبی ﷺ میں انسانی حقوق

ان شذرات کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی تعلیمات میں انسانی حقوق کی نشاندہی صحیح انداز میں کی گئی ہے۔ خاص طور پر خطبہ حجۃالوداع جیسے اہم موقع پر پوری جامعیت کے ساتھ حقوقِ انسانی کا بیان اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اسلام کی نظر میں انسان کی قدر وقیمت بہت بلند ہے۔ آپ نے اس خاص موقع پر خواتین کے حقوق کو اجاگر کیا، مردوں کی ذمہ داریوں کا تعین کیا، مزدوروں اور غریبوں کے حق میں رحم دلی کے مظاہرہ کا حکم دیا۔ البتہ یہاں پر یہ سوال ضرور پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا پیغمبر اسلام نے صرف خطبہ حجۃالوداع کے موقع پر ہی انسانی حقوق کی نشاندہی کی؟ کیا آپ نے اپنی زندگی کی دیگر تبلیغی مصروفیات میں اس جانب توجہ نہیں دلائی؟ چونکہ ہم اپنے موضوعِ بحث کو پوری سیرت طیبہ سے جوڑنے کے دعویدار ہیں لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم جہاں خطبہ حجۃ الوداع کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کریں وہاں پیغمبر اسلام کی پوری زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات کی بھی نشاندہی کریں جن کا تعلق حقوق انسانی سے ہے۔ مورخین خاص طور پر مسلمان دانشوروں نے اس سلسلے میں کئی طرح کے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہم طوالت کے خوف سے سب کا ذکر نہیں کریں گے صرف دو تین واقعات پر اکتفا کریں گے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کو اپنے مخالفین پر فتح حاصل ہوئی، ۷۰ کے قریب مخالفین اسلام اس جنگ میں کام آئے جبکہ ۷۰ کے قریب ہی قیدی بنالئے گئے، اُس زمانہ کے دستور کے مطابق لاشوں کا مثلہ کرنا ہوتا تھا اور قیدی غلامی کی زنجیر میں باندھے جاتے تھے جبکہ بھاگے ہوئے لوگوں کا تعاقب کرکے اُن کی جان لی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ عورتوں، بچوں اور بزرگوں کو بھی جنگی مجرم سمجھتے ہوئے ان کا قلع قمع کیا جاتا تھا۔ لیکن ہم پیغمبر اسلام کی سیرت کی طرف نظر کرتے ہیں تو اس طرح کا کوئی بھی عمل ہمیں نظر نہیں آتا۔ ایک رحم دل اور انسانیت پسند انسان کے روپ میں آپ چار بڑے فرامین نافذ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

1. جنگ میں مارے گئے تمام تر افراد کی لاشوں کی بے حرمتی (مثلہ) نہ کی جائے۔
2. قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے اُن کی علمی قابلیت اُن کی دیت ٹھہرائی گئی اور اُن سے کہا گیا کہ اُن میں سے ہر قیدی دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے اور اپنی جان بخشی کا پروانہ لے کر آزاد ہو جائے۔
3. بھاگے ہوئے جنگجوؤں کا پیچھا نہ کیا جائے۔
4. عورتوں، بچوں اور بزرگوں کو جنگی دھارے سے خارج سمجھتے ہوئے اُن کی جان بخشی جائے۔[4]

اگرچہ یہ چار اصول خصوصیت کے ساتھ جنگی قوانین سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہ فرامین پیغمبر اسلام کی پوری زندگی میں نمایاں طور پر نظر آئے۔ آپ جنگی معاملات میں مصروف ہوں، سفارتی اُمور میں مصروف ہوں یا نجی زندگی ہر پہلو میں انسانیت کے لئے عزت، وقار اور احترام کا جذبہ موجود ہوتا تھا۔ اس

حوالے سے فتح مکہ کا واقعہ بہت اہم ہے۔ یہ وہ شہر تھا جو آپ کا وطن تھا جسے مجبورًا چھوڑنا پڑا تھا۔ یہاں آپ کے ساتھیوں کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا گیا تھا۔ لیکن تاریخ نے وہ دن بھی دیکھا کہ مشہور مستشرق سر ولیم مور کے مطابق:

The abused, rejected, exiled Prophet now had the rebellious city at his feet. Mohammad was Lord of Mecca.[5]

یعنی: "مکہ کا سرکش و باغی شہر جہاں رسول اللہ کے ساتھ بد سلوکی اور بد زبانی کی گئی، آپ (ﷺ) کو مسترد کیا گیا اور جلاوطن کیا گیا، آج آپ (ﷺ) کے قدموں میں تھا۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) آج مکہ کے حاکم و آقا تھے۔"

جب پیغمبر اسلام کو مکہ والوں پر فتح حاصل ہوئی تو زمانے کے جابر وظالم حکمرانوں کی روش کے برعکس انصاف اور آزادی کا نعرہ بلند کیا اور چند ایک اشخاص کے سوا سب کو معاف کر دیا۔

خطبہ حجۃ الوداع کی استنادی حیثیت

عام طور پر معروف ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے حجۃ الوداع کے نام سے معروف خطبہ اپنے آخری حج کے دوران دیا تھا۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ خطبہ ایک ہی دفعہ کسی مخصوص مقام پر دیا تھا یا سفرِ حج کے دوران مدینہ سے لے کر مکہ تک اور مکہ میں قیام پھر مدینہ واپسی کے دوران کئی خطبات کا نچوڑ ہے۔ بعض محدثین نے منیٰ بتایا ہے جبکہ بعض دیگر کا خیال ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع وقتاً فوقتاً دیے گئے خطبات کا نچوڑ ہے۔ بہر صورت، یہ خطبہ کئی منابع میں پوری تفصیل کے ساتھ نقل ہوا ہے اور اس کی استنادی حیثیت مسلمہ ہے۔[6] اس خطبہ میں آپ ﷺ نے پوری تفصیل کے ساتھ انسانی حقوق بیان فرمائے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے انسان کو مکمل تحفظ فراہم کرنے کے درج ذیل اصول بیان کئے ہیں۔

1. جان و مال کا تحفظ

پیغمبر ﷺ اسلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو تقریر فرمائی تھی اُس میں سب سے پہلے انسانی جان کا تحفظ پیش نگاہ رکھا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ان دماءکم واموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم یعنی: "تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایک دوسرے پر قیامت تک کے لئے حرام ہیں۔" البتہ کچھ حدود و قیود ضرور بیان ہوئے ہیں جن کی رو سے قتلِ انسان اُس صورت میں جائز ہے جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو بلاوجہ قتل کر دے۔ یعنی قتل حق کے ساتھ ہو یعنی ناحق نہ ہو بلکہ کوئی قانونی حق اس کا تقاضا کرتا ہو کہ آدمی کو قتل کیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ حق اور ناحق کا فیصلہ ایک عدالت ہی کر سکتی ہے اور جنگ یا بغاوت کی صورت میں ایک عادل حکومت، یعنی شریعت کی پابند حکومت ہی یہ طے کر سکتی ہے کہ برحق جنگ کون سی ہے جس میں انسانی خون بہانا جائز ہو، اور

قانون اسلام کی رو سے باغی کون قرار پاتا ہے، جس پر تلوار اٹھائی جائے یا جسے موت کی سزا دی جائے۔ یہ فیصلے نہ کسی ایسی عدالت پر چھوڑے جا سکتے ہیں جو خدا سے بے خوف انتظامیہ سے مرعوب و خوفزدہ ہو کر انصاف کا خون کرنے لگے اور نہ کسی ایسی حکومت کے جرائم قرآن و حدیث کی سند پر جائز قرار پا سکتے ہیں جو بلا تکلف اپنے شہریوں کو صرف اس لئے خفیہ یا اعلانیہ قتل کرواتی ہو کہ وہ اس کی ناروا کاروائیوں سے اختلاف کرتے یا ان پر تنقید کرتے ہیں، اور اس کے اشارے پر قتل جیسے جرم عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کو الٹا تحفظ بہم پہنچاتی ہو کہ ان کے خلاف نہ پولیس کاروائی کرے نہ عدالت میں کوئی ثبوت اور شہادت پیش ہو سکے۔ ایسی حکومت کا وجود ہی ایک جرم ہے، کجا کہ اس کے حکم سے کسی انسان کے قتل پر قرآن کی اصطلاح "قتل بالحق" کا اطلاق ہو سکے۔

2. نجی زندگی کا تحفظ

اسلام اپنی مملکت کے ہر شہری کا یہ حق قرار دیتا ہے کہ اس کی نجی زندگی میں کوئی ناروا مداخلت نہ ہونے پائے۔ دور جاہلیت میں اہل عرب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں گھس جاتے تھے اور بعض اوقات گھر والوں پر اور ان کی عورتوں پر نادیدنی حالت میں نگاہیں پڑ جاتی تھیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس عمل کو ناپسندیدہ قرار دیا اور آپ نے ایک انسان کی نجی زندگی کے حقوق یوں بیان فرمائے کہ دوسرے کے گھر میں جھانکنا، باہر سے نگاہ ڈالنا، حتیٰ کہ دوسرے کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا سخت ممنوع قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اذا دخل البصر فلا اذن[7] یعنی: "جب نگاہ داخل ہو گئی تو پھر خود داخل ہونے کے لیے اجازت مانگنے کا موقع نہ رہا" حضرت ہزیل بن شرحبیل کہتے ہیں ایک شخص نبی ﷺ کے ہاں حاضر ہوا اور عین دروازے پر کھڑا ہو کر اجازت مانگنے لگا۔ حضورؐ نے اسے فرمایا: ھٰکذا عنك، فانما الاستیذان من النظر"[8] یعنی: "پرے ہٹ کر کھڑے ہو، اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لیے ہے کہ نگاہ نہ پڑے۔" آپ ﷺ کا اپنا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو دروازے کے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ اس زمانے میں گھروں کے دروازوں پر پردے نہ لٹکائے جاتے تھے۔ آپ دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب فرمایا کرتے تھے۔[9] حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پیغمبر اسلام ﷺ کے حجرے میں باہر سے جھانکا۔ آپ اس وقت ایک تیر ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ آپ اس کی طرف اس طرح بڑھے جیسے کہ اس کے پیٹ میں گھونپ دیں گے۔ [10]
حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: "جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط میں نظر دوڑائی وہ گویا آگ میں جھانکتا ہے۔"[11] صحیحین میں ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: لو ان امرأ اطلع علیك بغیر اذن فخذفته بحصارة ففقأت علیه ما کان علیك من جناح یعنی: "اگر کوئی شخص تیرے گھر

میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔" ایک اور جگہ فرمایا: "جس نے کسی کے گھر میں جھانکا اور گھر والوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو ان پر کچھ مؤاخذہ نہیں"۔

فقہاء نے سماعت کو بھی نگاہ ہی کے حکم میں شامل کیا ہے۔ مثلاً اندھا آدمی اگر بلا اجازت آئے تو اس کی نگاہ نہ پڑے گی، مگر اس کے کان تو گھر والوں کی باتیں بلا اجازت سنیں گے۔ یہ چیز بھی نظر ہی کی طرح تخلیہ کے حق میں بے جا مداخلت ہے۔ اسی طرح اجازت لینے کا حکم صرف دوسروں کے گھر جانے کی صورت ہی میں نہیں ہے بلکہ خود اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔ ایک شخص نے پیغمبر اسلام ﷺ سے پوچھا کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں"! اس نے کہا میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے، کیا ہر بار جب میں اس کے پاس جاؤں تو اجازت مانگوں؟" فرمایا: اتحب ان تراھا عریانۃ یعنی: "کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے؟"

3. شخصی آزادیاں اور اظہارِ رائے کی آزادی

اسلام یہ اصول بھی طے کرتا ہے کہ کسی شخص کو اس کا جرم عدالت میں اور وہ بھی کھلی عدالت میں ثابت کئے بغیر قید نہیں کیا جا سکتا۔ محض شبہ کی بنا پر پکڑنا اور کسی عدالتی کاروائی کے بغیر اور صفائی کا موقعہ دیے بغیر قید کر دینا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ ایک دفعہ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ خطبے کے دوران میں ایک شخص نے اٹھ کر کہا: "یارسول اللہ ﷺ! میرے ہمسائے کس جرم میں پکڑے گئے ہیں؟ آپ نے سنا اور خطبہ جاری رکھا۔ اس نے پھر اٹھ کر یہی سوال کیا۔ آپ نے پھر خطبہ جاری رکھا۔ اس نے تیسری بار پھر اٹھ کر یہی سوال کیا۔ تب آپ نے حکم دیا کہ اس کے ہمسایوں کو چھوڑ دو۔" دو مرتبہ سن کر خاموش رہنے کی وجہ یہ تھی کہ کوتوال مسجد میں موجود تھا۔ اگر شخص مذکور کے ہمسایوں کو گرفتار کرنے کی کوئی خاص وجہ ہوتی تو وہ اٹھ کر اسے بیان کرتا۔ جب اس نے کوئی وجہ بیان نہ کی تو پیغمبر اسلام ﷺ نے حکم دے دیا کہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے انہیں چھوڑ دیا جائے۔ کوتوال اسلامی قانون سے واقف تھا۔ اس لئے اس نے اٹھ کر یہ نہیں کہ: "انتظامیہ ان کے قصور سے واقف ہے اور (ملکی مفاد میں) اعلانیہ وہ قصور بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضور تخلیہ میں دریافت فرمائیں تو عرض کر دیا جائے گا۔"[12] یہ بات اگر کوتوال زبان سے نکالتا تو اسی وقت کھڑے کھڑے اسے ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا۔ عدالت کے لئے یہ بات بالکل کافی تھی کہ کوتوال نے گرفتاری کی کوئی وجہ کھلی عدالت میں پیش نہیں کی ہے۔ اس لئے فوراً رہائی کا حکم صادر کر دیا گیا۔

مملکت اسلامیہ کے تمام شہریوں کو اسلام آزادی اظہار رائے کا حق اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ بھلائی پھیلانے کے لئے ہو نہ کہ برائی پھیلانے کے لئے۔ اظہار رائے کی آزادی کا یہ اسلامی تصور موجودہ مغربی تصور سے مختلف

ہے۔ برائی پھیلانے کی آزادی اسلام نہیں دیتا۔ تنقید کے نام سے دشنام طرازی کی بھی وہ اجازت نہیں دیتا البتہ اس کے نزدیک بھلائی پھیلانے کے لئے اظہار رائے کا حق صرف حق ہی نہیں بلکہ مسلمان پر ایک فرض بھی ہے جسے روکنا خدائے ذوالجلال سے لڑائی مول لینا ہے اور یہی معاملہ برائی سے منع کرنے کا بھی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو پوری آزادی دے رکھی تھی۔ اُن کو حق حاصل تھا کہ وہ کسی بھی قسم کا سوال آپ سے کریں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ کے ساتھی آپ کے بعض اُمور میں اختلاف کرنے کی جرأت بھی رکھتے تھے۔

4. جاہلانہ نظام کی منسوخی

جیسا کہ اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے، خطبہ حجۃالوداع، در حقیقت، ایک نیا عالمی نظام تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے پچھلے نظام اور اس کے جاہلانہ اُمور کو منسوخ کرنے کا اعلان فرمایا: ألا! كلّ شيء من أمر الجاهلية تحت قدمىّ موضوع، ودماء الجاهلية موضوعة، . . . وربا‌ء الجاهلية موضوع"[13] یعنی: "خبردار! دورِ جاہلیت کا سارا (ظالمانہ اور استحصالی) نظام میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ آج سے نظامِ جاہلیت کے سارے خون (قصاص، دیت اور انتقام) کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور آج سے نظامِ جاہلیت کے سارے سودی لین دین بھی ختم کئے جاتے ہیں۔" ان دو اعلانات کے بعد اس امر میں کسی شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ خطبہ حجۃالوداع فی الحقیقت "نیو ورلڈ آرڈر" کا ہی اعلان تھا جس کے اہم پہلو درج ذیل تھے:

5. عالمی امن کے قیام کا اعلان

اس اسلامک ورلڈ آرڈر کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام، ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل وغارت گری اور جنگ وجدال کے فساد انگیز عمل میں مبتلا رہتے تھے۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے جاری رہتے تھے، انسانی خون نہایت ارزاں ہو گیا تھا اور معمولی معمولی بات پر تلواریں نکل آتیں اور دیکھتے ہی دیکھتے نسلیں خون آشام منظر کی بھینٹ چڑھ جاتیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ان ہولناک حالات میں عالمی سطح پر قیام امن کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا: فإن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا[14] یعنی: "اے بنی نوع انسان! بیشک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام کر دی گئی ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اور اس مہینہ کی حرمت تمہارے اس شہر میں برقرار ہے۔" جس میں تم ایک دوسرے کی بے حرمتی نہیں کر سکتے اسی طرح تم کبھی ایک دوسرے کی جان ومال کی بے حرمتی بھی نہیں کر سکتے۔ آپ نے اس حکم کو مزید ان الفاظ کے ذریعے مؤکد فرمایا: ألا فلا ترجعوا بعدى ضلالًا يضرب بعضكم رقاب

بعض[15] یعنی: "خبردار! تم میرے بعد پلٹ کر پھر گمراہ نہ ہو جانا یوں کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو (یہ سب سے بڑی گمراہی ہوگی)۔"

6. برابری اور عالمی اِنسانی مساوات کا قیام

حجۃالوداع کے خطبہ میں پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوٰی[16] یعنی: "نہ تو عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے، الاّ یہ کہ (کسی میں) تقویٰ ہو۔" پیغمبر اسلام نے اپنے اس ارشاد میں سب سے پہلے عرب کا ذکر فرمایا۔ اس لیے کہ عربوں کے ذریعے اسلامی انقلاب آیا تھا۔ عرب اس وقت تختِ حکومت پر فائز اور فرماں روا تھے۔ ان سے کہا گیا کہ یاد رکھو کسی عربی کو کسی عجمی پر فوقیت نہیں ہے اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ الاّ بالتقویٰ' کا مطلب یہ ہے کہ برتری تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی کے اندر تقویٰ ہے تو وہ افضل ہے، اس کا احترام ضرور ہونا چاہیے اور سوسائٹی میں اس کی عزت و توقیر ہونی چاہیے۔ اس کی جگہ یہ دیکھنا کہ کون گورا ہے، کون کالا، کون عربی ہے اور کون عجمی، کس کا کس ملک سے تعلق ہے اور کون مرد ہے اور کون عورت ہے، ناجائز اور غیر اسلامی رویہ ہے۔ یہ اعلان اس وقت ہوا جب دنیا میں مساوات کا واضح تصور تک نہیں پایا جاتا تھا۔ حقِ انصاف انسان کا ایک بنیادی حق یہ مانا جاتا ہے کہ اسے عدل وانصاف حاصل ہو۔

قانون کی برتری مساوات اور عدل وانصاف کا ایک لازمی تقاضا یہ ہے کہ معاشرے میں قانون کو برتری حاصل ہو، تاکہ ہر شخص اس اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکے کہ قانون اس کی پشت پر ہے اس لیے اس کے ساتھ کوئی ناانصافی یا اس کی حق تلفی نہ ہوگی۔ یہ بات اس طرح کہی جاتی ہے جیسے اس سے پہلے دنیا میں اس کا تصور ہی نہیں تھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ کہی ہے کہ قانون کے سامنے سب برابر ہیں۔ مشہور واقعہ ہے جو صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہے کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو پیغمبر اسلام سے درخواست کی گئی کہ اس عورت نے چوری کی ہے، لیکن شریف گھرانے کی ہے، اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے، کوئی اور سزا دے دی جائے۔ آپ کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ آپ نے فرمایا کہ قومیں اسی طرح تباہ ہوئی ہیں کہ ان میں جو با اقتدار اور شریف سمجھے جاتے تھے انھوں نے اگر کوئی غلط کام کیا تو ان کو سزا نہیں دی گئی اور جو کم زور تھے ان کو سزا دی گئی۔ پھر اس کے بعد وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو شاید پیغمبر ہی کی زبان سے نکل سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ محمد کی بیٹی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) بھی چوری کرتی تو آج میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔[17] مطلب یہ کہ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ یہ بڑے کے لیے بھی ہے چھوٹے کے لیے بھی، مرد کے لیے بھی ہے اور عورت کے لیے بھی۔ اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ اتنا صاف اور واضح تصور ہے کہ

قانون کی برتری کا اس سے بہتر اور واضح تصور پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جرم عدالت سے ثابت ہو گا کہا جاتا ہے کہ انصاف کے لیے ضروری ہے کہ جرم عدالت سے ثابت ہو۔ اس کے بغیر سزا نہ دی جائے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے انسانی نسلوں، طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب دعوؤں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرما دیا۔ ارشاد فرمایا: الناس بنو آدم و آدم من تراب[18] تمام بنی نوع انسان، آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق کئے گئے تھے۔ ألا! كل مأثرة أو دم أو مال يدعى به فهو تحت قدمي هاتين[19] اب فضیلت و برتری کے سارے (جھوٹے) دعوے، جان و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ ""أيها الناس إن ربكم واحد وأباكم واحد"[20] ترجمہ: "اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔" یہ مساوات انسانی کا وہ عالمی اصول تھا جس پر پیغمبر اسلام نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی یہی اصول آگے چل کر عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنا۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے انسانی نسل کی وحدت کے تصور کو رنگ و نسل کے امتیاز کے خاتمہ کا موثر ترین ذریعہ بنایا ہے۔ تمام انسانوں کو ایک ہی لڑی میں پرو کر یہ ثابت کر دیا کہ اسلامی تعلیمات میں انسان برابری کا حق دار ہے۔ البتہ ایک انسان کی فضیلت اُسی وقت ثابت ہو سکتی ہے جب وہ پرہیزگاری اور تقویٰ کو اپنا شعار بنائے۔ آپ نے فرمایا: الناس مستوون كأسنان المشط ليس لأحد على أحد إلا تقوى الله[21] یعنی: "تمام انسان کنگھی کے دندانوں کے طرح برابر ہیں کوئی بھی دوسرے پر فضیلت نہیں رکھتا سوائے اللہ کے تقویٰ کے۔" آپ ﷺ نے برابری کی بنیاد کو یہاں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اعلان فرمایا کہ برابری کا معیار صرف انسان ہونے تک محدود نہیں بلک رنگ و نسل، ذات پات اور خاندانی فخر و مباہات کی بھی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ کیونکہ آپ معلوم تھا کہ قبل از اسلام قبائلی فخر و مباہات کو انسانی قدر و قیمت سے بھی زیادہ عزیز سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے تمام تر انسانی عزت وافتخار کی نفی کرتے ہوئے فضیلت کا معیار صرف ایک ہی نکتہ کو قرار دیا اور وہ تقویٰ الی اللہ اور خوف خدا تھا۔ فرمایا: إن الله قد أذهب عنكم عبية الجاهلية وتعاظمها بآبائها فالناس رجلان: برّتقي كريم على الله وفاجر شقي هيّن على الله والناس بنو آدم وخلق الله آدم من تراب، قال الله ﴿إنّ أكرمكم عند الله أتقاكم﴾[22]

ترجمہ: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور ایک دوسرے پر خاندانی فخر دور کر دیا ہے۔ پس اب دو قسم کے لوگ ہیں: ایک، نیک متقی شخص جو اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہے اور دوسرے، بدکار وبدبخت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل وخوار ہے تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿بے شک اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔﴾"

7. معاشی عدل واحسان اور صدقہ وانفاق کا حکم

پیغمبر اسلام ﷺ نے اسی عالمی نظام کے ذریعے سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے سرے سے مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان کیا۔آپ نے فرمایا: **وإن كل ربا موضوع ولكم رؤوس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون.... قضى الله أنه لا ربا**[23] یعنی: "بے شک آج سے ہر قسم کا سود (اور سارا سودی نظام) منسوخ کیا جاتا ہے تم اپنے سرمائے کے سوانہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو۔ نہ تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا... یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ سود (اور اس پر مبنی ہر قسم کا اقتصادی استحصال) ممنوع ہے۔" آپ ﷺ نے معاشی عدل واحسان کے تصور کو انسانی زندگی میں معاشی جبر واستحصال کے مسئلے کا موثر ترین حل بتایا ہے۔ عام طور پر معاشی جدوجہد کے بارے میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ انسان کو اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کا حق ملنا چاہیے۔ پیغمبر اسلام کا نقطۂ نظر اس معاملے میں بالکل واضح ہی نہیں بہت وسیع ہے۔آپ کے نزدیک حصولِ معاش میں کوئی ناجائز رکاوٹ قانوناً جرم ہے۔ اسلام انسان کو معاشی جدوجہد کی آزادی فراہم کرنے کے ساتھ اس بات کو بھی یقینی بناتا ہے کہ انسان کو اچھی غذا ملے۔ وہ گندی غذا استعمال کرنے اور گلی سڑی چیزیں کھانے پر مجبور نہ ہو جائے۔انسان کو طیب اور پاک صاف غذا ملنی چاہیے۔ یہ اس کا ایک بنیادی حق ہے۔ اس کے نزدیک لباس بھی انسان کی ایک فطری ضرورت ہے۔ آدم علیہ السلام جب بے لباس ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ میں لباس سے عاری ہو گیا ہوں۔ کچھ نہیں ملا تو درخت کے پتوں ہی سے خود کو چھپانے لگے۔ اسلام کی رو سے انسان کی یہ فطری ضرورت لازماً پوری ہونی چاہیے۔ اسی طرح اسے مکان ملنا چاہیے اور حسب سہولت اس کے پاس خادم بھی ہونا چاہیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: **من ترك مالا فلورثته... ومن ترك عيالا فإليَّ انا ولي من لا ولي له**[24] یعنی: "جس نے کوئی مال چھوڑا تو یہ مال اس کے وارثوں کے لئے ہے۔۔۔ اور اگر کوئی شخص بال بچے چھوڑ کر جاتا ہے اور مال چھوڑ کر نہیں جاتا ہے تو اس کا ولی میں ہوں گا اور اس کی نگہ داشت میرے ذمے ہے۔" اس کے سلسلے میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ ریاست کی ذمے داری ہے کہ کسی بھی بچے اور کسی بھی فرد کی ضروریات پوری ہونے سے نہ رہ جائیں۔ خاندان میں اس کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے تو ریاست اس کی ضروریات پوری کرنے کی ذمے دار ہو گی۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ انسان دنیا کو مقصود نہ بنائے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے انسان کی فلاح اور غربت زدہ حالت سے باہر نکالنے کے لئے دو اہم ترین اصول وضع کئے: اول: زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ؛ دوم: سود کا خاتمہ۔

زکوٰۃ کی اہمیت تین پہلوؤں سے واضح ہوتی ہے۔ **اوّل**، یہ کہ انسان زکوٰۃ ادا کر کے اللہ کی بارگاہ میں اپنی مالی نذر اسی غرض سے پیش کرتا ہے اور اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے اپنا نہیں بلکہ خدا کا

سمجھتا اور یقین کرتا ہے اور اس کی رضا وقرب حاصل کرنے کے لیے اس کو قربان کرتا اور نذرانہ پیش کرتا ہے۔**دوسرا**، پہلو زکوۃ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ کے ضرورت مند اور پریشان حال بندوں کی خدمت واعانت ہوتی ہے، اس پہلو سے زکوۃ اخلاقیات کا نہایت ہی اہم باب ہے۔ **سوّم**، یہ کہ حبِ مال اور دولت پرستی جو ایک ایمان کش اور نہایت مہلک روحانی بیماری ہے، زکوۃ اس کا علاج اور اس کے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے معاشی عدم توازن کا راستہ بند کرنے کے لیے سود کو حرام قرار دیا کیونکہ سود سرمایہ دار طبقہ کو محفوظ طریقہ سے دولت جمع کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے اور ان کی تمام تر دولت سودی سرمائے کے حصول ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔آپ نے سود کے بارے میں فرمایا: ''اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے۔ ہاں تمہارا سرمایہ مل جائے گا۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا اور سب سے پہلے میں عباس بن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔''[25]

پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات میں صدقہ و انفاق اور اطعام الطعام کے حکم کو قحط و فاقہ کے انسانی مسئلہ کا حتمی حل بنایا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے افراد اور اقوام دونوں سطحوں پر وجوباً نافذ کیا جائے۔آپ نے قرآن وسنت کے ذریعے بنی نوع انسان کو یہ تعلیم دی ہے: أطعموا الجائع وعوّدوا المريض وفكّوا العانى[26] یعنی: ''بھوکے کو کھانا کھلاو، مریض کی عیادت کرو اور اسیر کو رہائی دلواو۔'' اسی طرح فرمایا: من كان عنده فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له، ومن كان عنده فضل زاد فليعد به على من لا زاد له[27] یعنی: ''جس کے پاس کوئی زائد سواری ہے تو وہ اسے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد زاد راہ ہے وہ اسے دے جس کے پاس زاد راہ نہیں ہے۔ نیز ارشاد فرمایا: إن الله فرض على أغنياء المسلمين فى أموالهم بقدر الذى يسع فقراءهم[28] یعنی: ''اللہ نے مسلمان امیروں پر ان کے مالوں میں ایک حصہ مقرر کر دیا ہے۔ جس سے ان کے غریبوں کی ضروریات پوری ہوں۔''

پیغمبر اسلام ﷺ نے اصل رزق اور بنیادی ضروریات زندگی میں سب کی برابری کے تصور کے ذریعے بے گھر ہونے اور بعض لوگوں کے دیگر حاجات اصلیہ سے محروم ہونے کے مسئلے کو بھی حل کیا ہے۔آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے بنی نوع انسان کو یہ اصول فراہم فرمایا ہے: ليس لابن آدم حق فى سوى هذه الخصال بيت يسكنه وثوب يوارى عورته وجلف الخبز والماء[29] یعنی: ''انسان کی لئے ان اشیاء کے سوا کوئی حق نہیں، رہنے کے لئے مکان، ستر عورت کے لئے کپڑا، سالن کے بغیر روٹی اور پانی۔''

8. عورتوں کے حقوق کا تحفظ

خطبہ حجۃالوداع میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جہاں اجتماعی معاملات بیان کئے وہاں انفرادی حقوق کی بھی نشاندہی کی۔ خاص طور پر خواتین کے بارے میں حد درجہ تاکید فرمائی: أیها الناس! فإن لکم علی نسائکم حقًا ولهن علیکم حقًا . . . واستوصوا بالنساء خیرًا، فاتّقوا الله فی نسائکم[30] یعنی: "اے لوگو! بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں اور اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق تم پر واجب ہیں (ان کی پوری طرح حفاظت کرنا) عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔" اس کے بعد ان حقوق کی تفصیل ارشاد فرمائی: " عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ سلائیں جسے تم پسند نہیں کرتے... اور تمہارے گھروں میں کسی ایسے کو نہ آنے دیں جنہیں تم نہیں جانتے...اور یہ کہ معروفات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تمہیں ان پر (زیادتی کرنے کی) کوئی راہ نہیں۔[31] پھر فرمایا: پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو...اور عورتوں کے متعلق میں تم کو خیر کی تلقین کرتا ہوں۔[32]

پیغمبر اسلام ﷺ نے معاشرے میں عورت کی عزت کی بلندی اور اس کے سماجی، معاشی، قانونی، عائلی اور اخلاقی حقوق کا تعین و تحفظ کرکے حیثیت نسواں کے مسئلہ کا ایک متوازن حل دیا ہے۔ آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے بنی نوع انسان کو یہ ہدایت فرمائی ہے: خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لاهلی[33] یعنی: "تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لئے بہتر ہوں۔" نیز فرمایا: ما أکرمهن إلا کریم وما أهانهن إلا لئیم[34] یعنی: "ان (عورتوں) کی عزت، عزت والا ہی کرتا ہے اور ان سے توہین آمیز سلوک وہی کرتا ہے جو خود ذلیل (اور کمینہ) ہو۔"

ان ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل کی اس دنیا میں جہاں ہر سماج میں تمدن ومعاشرت کی تباہ کاریاں اپنے شباب پر تھیں، ایسے ماحول میں حقوقِ نسواں کے تحفظ کی جو ضمانت پیغمبر اسلام ﷺ کے خطبہ میں دی گئی تھی اور اشتراک حقوق وسلوک کی جو تاکید فرمادی گئی تھی اب صدیاں گزرنے کے بعد بھی دنیا کے کسی دستور، کسی منشور میں ایسا تحفظ نہیں پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر انگریزی منشور اعظم (Magna Corta) مجریہ ۱۲۱۵ء میں حقوق وفرائض نسواں کے بارے میں کوئی وضاحت موجود نہیں ہے۔ اس کی کل ۶۳ دفعات میں سے زیادہ سے زیادہ پانچ دفعات ایسی ہیں جن میں عورتوں کے متعلق کچھ نہ کچھ ذکر ہے۔ چنانچہ دفعہ ۶ کے تحت ورثاء باہم شادی بیاہ کرسکتے ہیں لیکن ان کی شادی کسی نچلے سماجی رتبہ والے سے نہیں ہوسکتی۔ دفعہ ۷ میں مذکور ہے کہ شوہر کی وفات پر بیوہ کو حق ازدواج اور وراثت کی ادائیگی بغیر قباحت فی الفور کردی جائے گی۔ دفعہ ۸ کے مطابق بیوہ کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ایضاً دفعہ ۱۱ کے تحت اگر کوئی شخص

مر جائے جبکہ اس نے یہودیوں سے قرض لے رکھا ہو تو بیوہ حق مہر لینے کی مجاز ہوگی اور اس میں سے قرض کی ادائیگی نہیں کرے گی۔ اور دفعہ ۵۴ میں ہے کہ کسی عورت کی درخواست پر نہ تو کسی شخص کو گرفتار کیا جائے گا نہ قید، نہ اسے سزائے موت دی جائے گی الا یہ کہ وہ اس کا شوہر ہو۔[35] عصر جدید میں عالمی منشور حقوق انسانی مجریہ ۱۹۴۸ء کی دستاویز میں دفعہ ۱۶ میں صرف یہ لکھا ہے کہ ہر بالغ مرد و عورت کو بلا امتیاز نسل، شہریت ومذہب شادی کرنے، گھر بسانے کے مجاز ہیں۔ اور دفعہ ۲۵ کی ذیلی دفعہ ۱۱ کے تحت امویت یا مادریت اور شیر خوارگی خصوصی توجہ اور امداد کی مستحق ہے اور تمام بچوں کو خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز یکساں سماجی تحفظ حاصل ہوگا۔[36]

9. غلاموں اور زیر دستوں کے حقوق کا تحفظ

پیغمبر اسلام ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لئے یہ عظیم انقلابی اعلان بھی فرمایا: أرقّائکم أرقّائکم اطعموهم مما تأكلون واکسوهم مما تلبسون[37] یعنی: "لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا، زیر دستوں کا خیال رکھنا۔ انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو۔"

اس اعلان نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفریں نظام وضع کر دیا۔ غرض یہ کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃالوداع کے ذریعے انسانیت کو ایسا نیا عالمی نظام عطا فرمایا جو آج بھی زندہ وتابندہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آج عالم اسلام عملاً اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کر رہا ہے یا نہیں۔ اسلام کی تاریخ میں یہ نظام آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ آج اس عالمی نظام کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم وبربریت کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا قیام عمل میں آسکتا ہے جس میں خیر، تعمیر، ارتقاء اور عدل ہی عدل ہو۔ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد انہی قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے کئی ایک امراء نے کامیاب حکومت کی۔

صدر اسلام میں غلاموں کا طبقہ بھی سماجی ناہمواری اور معاشرتی ظلم وبربریت کا شکار تھا۔ یہ بات تاریخ کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں لونڈی غلام مال واسباب کی طرح خریدے اور بیچے جاتے تھے۔ مقام ومرتبے کے اعتبار سے وہ کسی گنتی شمار میں نہ تھے اور انہیں آزادی اور حقوق کے نام کی کوئی چیز حاصل نہ تھی۔ بلکہ وہ پالتو جانوروں سے زیادہ گئے گزرے تھے۔ اس پر وہ ظلم وستم، زیادتیاں، سختیاں اور ناروا سلوک تھا جو ظالم آقاؤں، جابر سرمایہ داروں اور حق وانصاف کا خون کرنے والے دولت مندوں کی انسانیت سوز حرکات کا نتیجہ تھا۔ اس پس منظر میں جب ہم سیرتِ پیغمبر اسلام کی طرف نظر کرتے ہیں تو ان کی بعثت کا کلی مقصد یہ تھا کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائی جائے اور تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ غلامی کا ادارہ بتدریج کم کرنے کے لئے عہد رسالت میں اور اس کے بعد بھی برابر اقدامات کئے جاتے رہے، یہ پیغمبر اسلام ﷺ کی

تعلیم اور عمل پیہم کا ہی نتیجہ تھا کہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کا تحفظ اس عہد، اس معاشرے میں یوں کیا گیا کہ خود غلاموں کی غلامی باعث فخر بن گئی۔[38]

حجۃ الوداع کے خطبے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے طبقہ غلاماں کے حقوق کی نشاندہی ان الفاظ میں کی: "اور ہاں تمہارے غلام، تمہارے غلام! (ان کا خیال رکھنا) جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ، اور اگر وہ کوئی ایسی خطا کریں جسے تم معاف نہ کرنا چاہو تو اللہ کے بندو، انہیں فروخت کر دو، انہیں نشانہ ستم نہ بناؤ... خبر دار جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا کوئی غلام اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرے گا، اس پر اللہ کی لعنت، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اس سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔"[39] آپ ﷺ کے کارہائے نمایاں میں سے یہ کارنامہ یقیناً عظیم ترین متصور ہوگا کہ انہی کے کی وجہ سے انسان کو عزت ملی۔ جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کے ہی کے سبب انسانی فضیلت واحترام اور تکریم وشرف آدمیت کی قندیل روشن ہوئی اور آپ ہی کے فیض کرم سے دنیا کو حقوق انسانی کی سوغات ملی اور تاریخ میں پہلی مرتبہ انسان کے وقار اور احترام کی حقیقی ضمانت دی گئی۔ انسان کے بحیثیت انسان حقوق وفرائض متعین ہوئے اور تمام انسانوں کو ایک ہی رشتہ مودت ومحبت میں یوں پیوست کر دیا گیا کہ تقویٰ کے سوا رنگ ونسل، زبان ووطن، اونچ نیچ، ذات پات، اعلیٰ وادنیٰ کا ہر امتیاز بے وقعت ٹھہرا اور خون وخاندان، دولت وسامان عہدہ ومنصب، قومیت وقبائلیت کا ہر فرق بے معنی قرار پایا اور یہ طے کر دیا گیا کہ سب کے سب انسان بحیثیت انسان برابر ہیں، ایک ہیں کہ سب کے سب آدم کی اولاد ہیں اور ان میں سے ہر ایک برابر کی عزت ووقعت اور اعزاز واحترام کا سزاوار ہے۔

10. انسانی کرامت کی حفاظت

عہدِ پیغمبر ﷺ اسلام کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس دور میں انسان درجہ تذلیل کی انتہائی پستیوں سے نکل کر آبرو مندانہ زندگی گزارنے کے قابل بنا اور اسے اس مثالی معاشرہ وریاست میں وہ تمام سیاسی وسماجی اور قانونی وثقافتی حقوق عملاً حاصل ہوئے جن کا اس زمانہ میں تصور بھی محال تھا۔ آپ کے عہد میں پاکیزہ الہامی تعلیمات کے ذریعے ذہن وفکر کے سانچے بدلے گئے اور ایسے انتظامات کئے گئے کہ قتل وغارت گری، خونریزی وسفاکی اور عداوت وشقاوت کا ہر دروازہ بند ہو جائے اور معاشرہ کا ہر فرد دوسرے فرد کی جان ومال، عزت وآبرو اور نجی وشخصی زندگی کا محافظ بن جائے۔ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کا کارنامہ اپنے خاص تاریخی پس منظر کے سبب اور زیادہ اہمیت کے حامل اس لئے نظر آتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کی معلوم دنیا میں انسان ہر شرف سے محروم، پستی وذلت کی آخری انتہا پر کھڑا تھا۔ وہ علاقے بھی جہاں آج تہذیب وتمدن کی ضو فشانیوں کا چرچا ہے، اس وقت

انسانیت وآدمیت کے لئے موجب ننگ وعار تھے۔ انسانی اخوت انسانیت کے اعتبار سے اور مساوات کا دور دور تک کوئی تصور اس عہد میں نہ تھا۔ دنیا میں ہر جگہ، ہر خطہ ہر علاقے میں انسان طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ سماجی تقسیم کہاں نہیں تھی۔ اونچ نیچ، ذات پات، آقا وغلام، ادنٰی واعلیٰ کے پیمانے الگ، ان کی حیثیت ومرتبہ جدا ان سے سلوک مختلف، سب جگہ تھا۔ روم، ہندوستان، ایران وعرب ہر ملک ہر خطہ میں اخوت ومساوات بے معنی الفاظ تھے اور اقتدار واختیار، دولت وثروت کے آگے ہر شرف ہیچ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس وقت کے ماحول کو طبقہ اشرافیہ سے نجات دلانے کے لئے فرمایا: "لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"[40] مزید فرمایا: "تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز ومحترم وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ پس کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر برتری حاصل نہیں اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہاں مگر تقویٰ کے سبب۔"[41]

پیغمبر اسلام ﷺ نے مزید فرمایا: " لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت وآبرو، آپس میں ایک دوسرے پر حرام ومحترم ہے (جس طرح یہ دن محترم ہے، یہ مہینہ محترم ہے) قیامت تک کے لئے۔"[42] آگے چل کر آپ نے ظلم وجبر سے اجتناب کرتے ہوئے فرمایا: " مجھ سے سن لو! تم زندگی گزارو (رہو، سہو مگر اس طرح) کہ ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا سنو، ظلم نہ کرنا۔"[43] " ہاں مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے... باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں۔"

ان ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں جب کہ حقوق ومساواتِ انسانی کا یہ سبق ناپید تھا آپ نے انسانیت کو ایک حقیقی مقصد کی طرف متوجہ کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس منشور انسانیت کا اجراء آج سے چودہ سو سال قبل اس وقت روبہ عمل آرہا تھا جبکہ دنیا میں کہیں حقوقِ انسانی کا کوئی یقین کوئی تصور عملی طور پر موجود نہ تھا۔[44]

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے فرامین میں انسانیت کو جن حقوق وتحفظات سے سرفراز کیا جارہا تھا اور احترام آدمیت وانسانیت کے جو اصول آپ کی زبان پر جاری ہوئے، آنے والے دنوں میں انہی کی روشنی سے افق تا افق اجالا ہوا اور دنیا میں جہاں کہیں بھی بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور انسانی معاشرے میں جہاں کہیں بھی آزادی، مساوات اور حقوق کی آواز بلند ہوئی اس کے پیچھے یہی آواز تھی جو اس وقت وادی فاران کے دشت وجبل میں گونج رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں جن بنیادی انسانی حقوق اور تحفظات کو انسانی مساوات کے لئے لازم ٹھہرایا، ان کی نوعیت یہ ہے کہ وہ تمام تر ایجابی اور واقعی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کو عوام کی تسلی کے لئے الفاظ کے ذریعے، تحریر کی صورت میں وقتی حل کے طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کے پیچھے اسلام کی مستقل تعلیمات، قرآن کی ابدی آفاقی ہدایات اور ریاست نبوی کی عملی تصویر موجود تھی۔ اُن حقوق کو عملاً پرکھ کر

دکھایا جاچکا تھا اور ایسے تحفظات اُس ریاست، اس معاشرے میں فراہم کئے جاچکے تھے جو اجرائے حقوق انسانی اور تشریف و تکریم آدمیت کی بجائے خود ضمانت تھے۔

نتیجہ

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات میں انسانی حقوق کا تحفظ، ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور نظام مساوات وانصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا وہ درس پایا جاتا تھا جس کے سامنے روم اور فارس کی عالمی استحصالی طاقتیں نہ جم سکیں۔آج بھی آپ ﷺ کی سیرت وتعلیمات کا یہ پہلو وہی کشش اور جاذبیت رکھتا ہے۔آپ ﷺ کی تعلیمات عالمی انسانی اقدار کی علمبردار ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار اور ارشادات میں پر عمل پیرا ہو کر عالمِ انسانیت کو جہاں ظلم وبربریّت سے نجات دلائی جاسکتی ہے، وہاں اسلامی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جاسکتا ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔بخاری،الصحیح،کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع اِرضین، رقم: 3025۔

2. Lord Acton, (1907) *The History of Freedom and Other Essays*, Old Chelsea, station New York, 10011, Pg: 312.

3. *Britannica* encyclopedia of word religions, London, Pg: 430.

4۔ابی جعفر محمد بن جریر الطبری،تاریخ الامم والملوك،ج2 (بیروت، دارِابن کثیر،1428ھ بمطابق 2007ء) ،187-158۔

5. Muir, William, *Life of Mahomet*, Smith, Elder and Co., Cornhill London, 1923, Pg: 408.

6۔محمد ناصرالدین البانی، صحیح سنن ابی داوٴد، حدیث:1905، ج1(الریاض، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع،1419ھ/ 1998ء)، 531 تا536؛ مسلم بن الحجاج القُشیری، صحیح مسلم، المسمیٰ: المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ، کتاب الحج، باب: حجۃ النبی، حدیث: 1218،ج1(الریاض، دارطیبہ للنشر والتوزیع، 1427ھ/ 2006ء) ، 556؛ابن ماجہ، ابی عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، السنن، حدیث: 3055،ج2 (بیروت، داراحیاء الکتب العربیۃ، سن ندارد) ، 1015۔

7۔احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، ج13 (بیروت،دارالریان للتراث، 1407ھ/ 1996ء)،27۔

8۔ابی داوٴد، سنن ابی داوٴد، باب فی الاستئذان، رقم الحدیث:5174۔

9۔احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص، احکام القرآن، ج3(بیروت، دار إحیاء التراث العربی، 1405ھ/2010ء)،385؛الشیخ محمد بن یعقوب الکلینی، اصول الکافی، ج1، کتاب الحجۃ، باب: ما امر النبی بالنصیحۃ لائمۃ المسلمین واللزوم لجماعتھم ومن ھم، حدیث:2(بیروت، منشورات الفجر،1428ھ/2008ء)، 253۔

10۔ابی داؤد، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:5606۔

11۔ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک للحاکم، ج4(بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1411ھ/1990ء)،280۔

12۔الہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین، کنز العمال ،ج2(بیروت، موسسۃ الرسالۃ،1401ھ/1981ء)، 155۔

13۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، رقم الحدیث :1218۔

14۔ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع الکبیر، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، (بیروت، دارُالغرب الاسلامی، 1996ء)، رقم الحدیث: 3087؛ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب الخطبۃ یوم النحر، رقم الحدیث: 3058۔

15۔احمد بن الحسین بن علی، البیہقی، السنن الکبری، ج5، رقم الحدیث:9554(بیروت، دارُ الکتب العلمیۃ، 1424ھ/ 2003ء)، 165۔

16۔احمد بن حنبل، المسند، ج4(بیروت، موسسۃ الرسالۃ، 1416ھ/1996ء)، 511۔

17۔بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث:2122۔

18۔ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فضل الشام، رقم الحدیث : 3956۔

19۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ج2، 205؛ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج2، 480۔

20۔نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، العراقی وابن حجر الجزء الأول ج3(بیروت، دارُ المامون للتراث،1408/1988م)، 266۔

21۔شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ الدیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ج6(بیروت، دار الکتب العلمیۃ،1406ھ/1986ء)، 301۔

22۔ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب سورۃ الحجرات، رقم الحدیث: 3270۔

23۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ج2، 205؛ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج2، 480۔

24۔احمد بن حنبل، المسند، ج4، 133۔

25۔ابو محمد الحسن بن علی بن الحسین شعبۃ الحرانی، تحف العقول عن آل الرسول، ج1، 30۔

26۔بخاری، الصحیح، کتاب الاطعمۃ، باب قول اللہ تعالی کلو من طیبات، رقم الحدیث:5058۔

27۔ابو داود، السنن، کتاب الزکوۃ، باب فی حقوق المال، رقم الحدیث:1663۔

28۔الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر، المعجم الصغیر، ج11، رقم الحدیث:453(بیروت، المکتب الاسلامی دار عمار، عمان، 1405ھ/ 1985ء)، 275۔

29۔ترمذی، السنن کتاب الزہد: باب ماجاء فی الزہادۃ فی الدنیا، رقم الحدیث:2341۔

30۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ج2، 206۔

31۔لابی محمد عبد الملک بن ہشام، سیرۃ النبی، ج4(طنطا، دار الصحابہ للتراث، 1416ھ/1995ء)، 251۔

32۔ عمادالدین ابن کثیر، *البدایۃ والنھایۃ*، ج5 (بیروت، مرکز البحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ، 1992)، 202۔

33۔ ابن ماجہ، *السنن*، کتاب النکاح: باب حسن معاشرۃ النساء، رقم حدیث 1977۔

34۔ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی، *لسان المیزان*، ج6 (بیروت، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، 1390ھ/1971ء)، 128۔

35. Marsh, Henry, *Documents of liberty*, Darid and Charles Newton allit England 1971, Pg:42,48

36. Browlie, lan (Ed*) Basic Rights*, Clarendon press Oxford Documents of human 1971, Pg:109,111

37۔ محمد بن سعد بن منیع الزھری، *الطبقات الکبری*، ج2 (قاہرہ، مکتبۃ الخانجی، 1421ھ/2001ء)، 185؛ سلیمان بن احمد الطبرانی، *المعجم الکبیر*، ج22 (بیروت، مکتبۃ ابن تیمیہ، 2008ء)، رقم الحدیث 636؛ ترمذی، *الجامع الصحیح*، کتاب التفسیر، باب سورۃ الحجرات، 5: 339، رقم حدیث: 3270۔

38۔ سعید احمد اکبر آبادی، *الرقاق فی الاسلام* (دہلی، ندوۃ المصنّفین، 1944ء)، 30 تا 38۔

39۔ ابن سعد، *طبقات ابن سعد*، ج2، 185، 159؛ احمد بن ابی یعقوب، *تاریخ الیعقوبی*، ج2 (بیروت، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، 1431ھ/2010ء)، 11۔

40۔ ابن ہشام، *سیرۃ النبی*، ج4، 250۔

41۔ علی الکورانی العاملی، *السیرۃ النبویۃ*، ج3 (بیروت، دار المرتضٰی، 1430ھ/2009ء)، 222، 221۔

42۔ حاکم نیشاپوری، *المستدرك علی الصحیحین فی الحدیث*، ج1 (دکن، دائرۃ المعارف، 1344ھ)، 474۔

43۔ ابن کثیر، *البدایۃ والنھایۃ*، ج5، 201۔

44۔ ابن ہشام، *سیرۃ النبی*، ج4، 250۔

Bibliography

1) Abu Abdillah al-Hakim Muhammad b. Abdullah, *Al-Mustadruk li al-Hakim*, vol. 4. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, 1411/1990.
2) Abu Abdullah Muhammad b. yazid al-Qazwini, *Sunan Ibn-e Majah*, vol. 2. Beirut: *Dar Ahyah al-Kutub al-Arabiyyah*, nd.
3) Abu al-Fadhl Ahmad b. Ali b. Muhammad b. Ahmad b. Hajr al-Asqalani, *Lisān al-Mizān*, vol. 6. Beirut: *Mua'ssasa al-Aa'lami*, 1390/1971.
4) Abu Dawood. Sunan Abi Dawood, *Bāb fi al-Iste'zān*.nd.
5) Abu Isa Muhammad b. Isa al-Tirmizi, *Al-Jame' al-Kabīr*. Beirut: *Dar al-Gharb al-Islami*, 1996.
6) Abu Ja'far Muhammad b. Jarīr al-Tabari, *Tarikh al-Umam wa al-Malūk*, vol. 2. Beirut: *Dar Ibn-e Kathīr*, 1428/2007.

7) Abu Muhammad Abd al-Malik b. Hisham, *Sirah al-Hisham* vol. 4. *Dar al-Sahabah li al-Turāth,* 1416/1995.
8) Abu Muhammad al-Hasan b. Ali b. al-Husyn al-Harrani, *Tuhaf al-Uqūl un āl al-Rasool,* vol. 1. nd
9) Ahmad b. Ali b. Hajr al-Asqalani, *Fath al-Bri Sharh Sahih al-Bukhari*, vol. 13. *Dar al-Riyan li al-Turāth*, 1407/1996.
10) Ahmad b. Ali, Abu Bakr al-Razi al-Jassās, *Ahkām al-Quran*, vol. 3. Beirut: *Dar Ahya' al-Turāth al-Arabi*, 1405/2010.
11) Ahmad b. Hambal, *Al-Musnad*, vol. 4. Beirut: *Mua'ssasa al-Risalah*, 1416/1996.
12) Al-Bayhaqi, Ahmad b. al-Husyn b. Ali, *Al-Sunan al-Kubra*, vol. 5. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyah*, 1424/2003.
13) Al-Hindi, Ala al-Din Ali al-Muttaqi b. Hassām al-Din, *Kanzul-Umaal*, vol. 2. Beirut: *Mua'ssasa al-Risalah*, 1401/1981.
14) Ali al-Kaorani al-Amili, *Al-Sirah al-Nabwiyyah*, vol. 3. Beirut: *Dar al-Murtadha*, 1430/2009.
15) Al-Shaikh Muhammad b. Yaqūb al-Kulayni, *Usūl al-Kafi*, vol. 1. Beirut: *Manshurāt al-Fajr*, 1428/2008.
16) Al-Tabrani, Solayman b. Ahmad b. Ayub b. Matīr, *Al-Mo'jam al-Saghīr*, vol. 11. Beirut: *Al-Maktab al-Islami*, 1405/1985.
17) Britannica encyclopedia of word religions, London.
18) Browlie, *lan (Ed) Basic Rights*, Clarendon press Oxford Documents of human 1971.
19) Bukhari, *Al-Sahih, Hadith*#3025.
20) Hakim Nishapuri, *Al-Mustadruk ala al-Sahihaun fi al-Hadith*, vol. 1. Deccan: *Dai'rah al-Maā'rif*, 1344AH.
21) Ibn Khuldoon, *Tarikh Ibn-e Khuldoon*, vol. 2.
22) Ibn-e Majah, Abu Abdillah Muhammad b. Yazid al-Qazwini, *Al-Sunan*, Beirut: *Dar al-Ahya al-Kutub al-Arabiya*, nd.
23) Imād al-Din Ibn-e Kathīr, *Al-Bidayah wa al-Nihayah*, vol. 5. *Markaz al-Buhūth wa al-Dirasāt al-Arabiyyah wa al-Islamiyyah*, nd.
24) Lord Acton, (1907) T*he History of Freedom and Other Essays*, Old Chelsea, station New York, 10011.
25) Marsh, Henry, *Documents of liberty*, Darid and Charles Newton allit England 1971.

26) Muhammad b. Saa'd b. Munī' al-Zahri, *Al-Tabaqāt al-Kubra*, vol. 2. Cairo: *Maktaba al-Khanji*, 1421/2011.
27) Muhammad Nasir al-Din al-Bāni. *Sahih Sunan Abi Dawood*, Hadith#1905, vol. 1. Riyadh: *Maktaba al-Maā'rif*, 1419/1998.
28) Muir, William, *Life of Mahomet*, Smith, Elder and Co., Cornhill London, 1992.
29) Muslim b. al-Hajjaj al-Qushayri, *Sahih al-Muslim*, vol. 1. Riyadh: *Dar al-Tayyabah*, 1427/2006.
30) Muslim, *Sahih al-Muslim*, Hadith#1218.
31) Noor al-Din Ali b. Abi Bakr al-Haythami, *Majma' al-Zawai'd wa Manba' al-Fawai'd,* vol. 3. Beirut: *Dar al-Mamoon li al-Turāth*, 1988.
32) Sae'ed Ahmad Akbar Abadi, *Al-Zaqani fi Islami*. Dehli: Nadwa al-Musannifin, 1944.Ahmad b. Abi Yaqub. Tarikh al-Yaqubi, vol. 2. Beirut: *Shirkah al-Aa'lami li al-Matbuāt*, 1431/2010.
33) Shayrwiyah b. Sahhardar b. Shayrwiyah al-Daylami, *Al-firdos bi Ma'thur al-Khatāb,* vol. 6. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, 1406/1986.
34) Sulayman b. Ahmad al-Tabrani, *Al-Mo'jam al-Kabīr*, vol. 22. Beirut: *Maktaba ibn Taymiyah*, 2008.
35) Tabri, *Tarikh al-Umam wa al-Malūk*, vol. 2.